جمہوریت: حقیقت یا سراب

تحریر: سہیل احمد لون

کینیڈی، گاندھی اور بھٹو خاندان میں ایک چیز مشترک ہے کہ انکی اموات طبعی نہیں بلکہ کسی حادثے، سانحہ، تخریب کاری یا سازش کے نتیجے میں ہوئیں۔ 4 اپریل 1979ء کو گڑھی خدا بخش میں بھٹو کو آمرانہ طریقے سے دفن کرنے کے بعد ضیاء الحق نے بھٹو ازم کو دفن کرنے کے لیے آمری ڈنڈے کا بھرپور استعمال کیا۔ ''مرد مومن'' تو 17 اگست 1988ء کو فضاء میں بکھر گیا آج اس کی باقیات پوری آب و تاب کے ساتھ راج کر رہی ہیں مگر کسی کو اپنے سیاسی و روحانی باپ کی قبر پر جا کر شکریہ ادا کرنے کی توفیق نہیں ہوتی حالانکہ وہ ہفتے میں کئی بار پورے پروٹوکول سے اُس کی قبر کے پاس سے گزرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ شخص جسے رات کی خاموشی میں لحد میں اتارا گیا آج اس کی برسی پر جیالوں کا ہجوم دیکھ کر کہا جا سکتا ہے کہ بھٹو نے سچ کہا تھا کہ ''میں تاریخ کے ہاتھوں نہیں مرنا چاہتا''۔

سقوط ڈھاکہ، رچرڈ نکسن کی خارجہ پالیسی جس کے تحت انہوں نے چین کا دورہ بھی کیا جو کسی بھی امریکی صدر کا پہلا سرکاری دورہ تھا، جرمنی کے شہر میونخ میں دہشت گردی کا واقعہ، پیرس میں امن کانفرنس، شام، مصر اور اسرائیل کے مابین جنگ، لاہور میں اسلامی سربراہی کانفرنس، رچرڈ نکسن کا استعفا، فوجی بغاوت، بھٹو کو پھانسی، ایرانی انقلاب، روسی یلغار، افغان جنگ...... یہ تمام اہم تاریخی واقعات 70 کی دہائی میں ہوئے۔

امریکہ کے 37 ویں منتخب صدر رچرڈ نکسن امریکہ کے پہلے صدر ہیں جنہیں 9 اگست 1974ء کو مستعفی ہونا پڑا۔ وہ واٹرگیٹ سکینڈل میں ملوث پائے گئے ان پر الزامات تھے کہ انہوں نے اپنی طاقت کا غلط استعمال کیا، اپنے ذاتی اور سیاسی مقاصد کے لیے ایف بی آئی اور سی آئی اے کا استعمال کیا، واٹرگیٹ سکینڈل کی پردہ پوشی کرنے میں اہم کردار ادا کیا۔ ان کے مواخذے کی تحریک شروع ہوئی تو انہوں نے اقتدار جیرالڈ فورڈ کے حوالے کر کے اپنی جان عزت سے چھڑانے میں بہتری سمجھی۔ اس کے بعد انکوئری ہوتی رہی اور ان پر تنقید بھی کھل کر ہوئی۔ واٹرگیٹ سکینڈل کی تہہ تک جا کر کھوج لگانے میں واشنگٹن پوسٹ کے دو صحافی باب ووڈوارڈ اور کارل بیرن سٹائن (Bob Wood ward and Carl Bernstein) کا اہم کردار اب تاریخ کا حصہ بن چکا ہے۔ حقائق منظر عام پر آنے کے بعد رچرڈ نکسن کو عوامی ردعمل کا سامنا بھی کرنا پڑا۔ اس وقت ایک بیج (Badge) بہت مقبول ہوا تھا جس پر درج تھا کہ میں نے نکسن کو ووٹ نہیں دیا (I did not vote for Nixon)۔ رچرڈ نکسن نے اپنی صفائی دینے کی کوشش کی اور کہا کہ میں چور نہیں ہوں۔ Gonzo صحافت کے موجد (Hunter Thomson) نے نکسن کے متعلق جو آرٹیکل (He was a crook) لکھا شاید اس سے قبل کسی اخبار میں ایسے الفاظ استعمال ہی نہ ہوئے ہوں۔ 1999ء میں امریکہ کے 42 ویں صدر بل کلنٹن پر پاؤلہ جونز اور مونیکا لیونسکی کو جنسی ہراساں کرنے اور جنسی تعلقات استوار کرنے پر مواخذے کا سامنا کرنا پڑا۔

وطن عزیز میں بھی ملکی سربراہان کے ساتھ کچھ اس سے ملتے جلتے واقعات پیش آئے ہیں۔ جس میں سیاست کے سائنسدان ذوالفقار علی بھٹو

سرفہرست ہیں جنہیں ناکردہ گناہ کی پاداش میں انصاف کے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا اور اس کا اختتام پہلے سے تہہ شدہ اسکرپٹ کے مطابق پھانسی پر ہوا۔ اس کے بعد گیارہ برس ''مردِ حق'' کے ڈنڈے کا راج رہا جس دوران ہزاروں مدرسوں کا قیام عمل میں آیا جس میں لاکھوں مرد مومن پاس آوٹ ہوئے۔ 14 اگست 1988ء کے خطاب میں مرد حق نے جب یہ بات کہی کہ میں آئندہ پانچ انتخابات بھی غیر جماعتی کراؤں گا تو اس سے یہ بات ظاہر ہو چکی تھی کہ وہ اگلے پانچ انتخابات یعنی 25 برس تک اقتدار سے چمٹے رہنے کا متمنی تھا مگر قدرت کا رنگ نرالہ ہے کہتے ہیں مومن کا آگ کچھ نہیں بگاڑتی مگر......! اس کے بعد بی بی اور میاں جی کے درمیان سرکاری کرسی کی باری چلتی رہی دونوں کو آئینی مدت پوری کرنے سے پہلے دو دو مرتبہ گھر بھیج دیا گیا۔ جس کی وجہ کرپشن، نا اہلی، اقربہ پروری، اپنی طاقت کا ناجائز استعمال، نا انصافی، انتظامی امور میں عدم توازن وغیرہ تھا۔ میاں جی نے تو ایک مرتبہ ''خود'' استعفا بھی دیا تھا۔ وطن عزیز میں جمہوری حکومت کی باری جس طرح باری کے بعد ہے ایسے ہی بوٹوں والے بھی اپنی باری پر ڈنڈا لے کر آ جاتے ہیں۔ مشرف نے اپنی اننگز مزے سے کھیلی۔ ''مرد حق'' نے ایسا بحران پیدا کہ اس کے بعد آج تک جو بھی حکمران گدی نشین ہوا اس پر کرپشن، طاقت کے ناجائز استعمال، اقربہ پروری، نا انصافی، قومی خزانے کو لوٹنے، آئین کو توڑنے، جمہوریت کو مڑورنے، منصف اعلی کو دبوچنے، جیسے الزامات لگتے رہے۔ سابقہ صدر آصف علی زرداری جن پر مقدمات، الزامات کی ایسی بارش کی گئی تھی جیسے عالمی جنگ کے دوران جاپان پر ایٹمی بموں کی، استثناء جیت گیا کسی کو مواخزہ کرنے کی جرات نہ ہوئی، میاں جی دو مرتبہ نا اہل ثابت ہو کر اقتدار سے محروم ہوئے مگر وہ سرکاری کرسی پر گدی نشین ہو کر ہیٹ ٹرک بنانے والے پہلے وزیر اعظم بنے، اس سے قبل چھوٹے میاں جی نے وزارت اعلی کی ہیٹ ٹرک بنا رکھی ہے۔ انصاف اور قانون کی لابی رنتھ میں میاں برادرز، آصف علی زرداری تو کامیابی سے بچ گئے ہیں کیا مشرف بھی اس لابی رنتھ میں کامیابی سے باہر نکلیں گے یا بھٹو کی طرح ان کو بھی انتقامی کارروائی کا نشانہ بنایا جائے گا (ویسے مشرف کا بھٹو سے کسی طور موزانہ بنتا ہی نہیں)۔ نکسن کو ووٹ نہ دینے والوں نے سینے پر بیج لگا کر دوسروں کو یہ پیغام دیا تھا کہ انہوں نے غلط آدمی کا انتخاب کیا، ہمارے ہاں روایت ذرا الٹی ہے۔ مشرف کو ووٹ عوام نے نہیں دیا تھا مگر اس کا ساتھ دینے والوں کی کثیر تعداد عوامی نمائیندگان کی ہے۔ چوہدری برادران، شیخ رشید آج بھی سینہ تان کر کہتے ہیں کہ انہوں نے مشرف کا ساتھ دے کر درست کام کیا۔ عوامی مسائل اتنے بڑھ گئے ہیں کہ کسی کو یہ پروا نہیں کہ مشرف کے ساتھ کیا ہو رہا ہے؟ اس سے قبل زرداری، گیلانی، راجہ پرویز اشرف، محترمہ بینظیر بھٹو، میاں برادرز، کے معاملات میں بھی عوام نے خاموشی ہی بہتر سمجھی۔ حالانکہ ان سب پر جو الزامات تھے ان کی نوعیت رچرڈ نکسن یا بل کلنٹن پر عائد الزامات سے کم سنگین نہیں تھے۔ اگر کوئی صحافی سچ کا آئینہ دکھانے کی کوشش کرتا نظر میں آ گیا تو اسے نظروں سے ہمیشہ کے لیے اوجھل کر دیا گیا۔ اس وقت بھی چند صحافیوں کو سچ بولنے، سچ لکھنے اور سچ کا ساتھ دینے اور کرپشن بے نقاب کرنے کی پاداش میں جان سے مارنے کی دھمکیاں مل رہی ہیں، یہاں (Bob and Carl) بننے کی کوشش میں آج تک بہت سے صحافی گمنام قبرستان میں دفن ہو چکے ہیں۔ قانون سب کے لیے برابر ہونا چاہیے، مشرف کو اگر انسانی ہمدردی کے تحت ماں کی تیمار داری کے لیے بیرون ملک روانہ کرنے کی بات کی جا سکتی ہے تو یہی فارمولہ عمومی لوگوں سے بھی ہونا چاہیے۔ حکمران طبقے میں اتنی اخلاقی جرات ہونی چاہیے کہ استثناء کو ڈھال بنا کر ڈنگ ٹپانے کی بجائے اگر مواخزے کے لیے پیش کر دیں تو کیا حرج ہے؟ عوام میں

بھی اتنا شعور ہونا چاہیے کہ وہ سیاسی قائدین کو مقدس بچھڑے سمجھ کر آنکھیں بند کر کے پوجنے کی بجائے آنکھیں اور کان کھول کر ان کے کرتوت اور کارنامے یاد رکھیں۔ اگر کبھی موقع آئے تو کسی کرپٹ، نااہل اور ملکی مفادات پر ذاتی مفادات کو ترجیح دینے والے قائدین کو ووٹ دینے یا ان کا ساتھ دینے میں ندامت کا اظہار یا ان کا ساتھ یا ووٹ نہ دینے کے لیے خوشی کا اظہار کرنے میں کنجوسی نہیں کرنی چاہیے۔ اگر اس عمل کے لیے بھی حقیقی جمہوریت، انصاف اور قانون کی بالا دستی کا ہونا لازمی ہے تو پھر ہمیں سمجھ لینا چاہیے کہ ہمارے لیے جمہوریت ایک سراب ہی ہے اور مجھے یہ لکھنے کی ضرورت نہیں کہ صحرا میں بھٹکے ہوئے جب چمکتی ریت کو پانی سمجھ لیں تو اُن کا کیا حال ہوتا ہے۔ یہی انجام اُن کا متوقع ہے جو ایجنٹوکریسی کو ڈیموکریسی سمجھ رہے ہیں۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmai.com

05-04-2014.